

صحیفہ کربلا کا ایک ورق

غروبِ آفتاب کے بعد

حسینی شاعر سید ظفر عباس نقوی فضلِ اجتہادی

وہ میر کا رواں جس نے اپنے قافلے کی تباہی صرف اس لئے منظور کہ تھی کی شفاعت کے سفینے کی ناخدائی کرے، ایک نشیب میں حیات ابدی حاصل کر کے استراحت دائمی میں مصروف ہے۔

اب وہ شعلے کہاں، جو بھڑک کر مختصر سے خیموں کو خاک کر چکے ہیں۔ وہ رونق کہاں، جو گھر والوں کے دم سے تھی۔ وہ آبادی کہاں، وہ چہل پہل کہاں، وہ تسبیحوں کی صدائیں کہاں، وہ نعروں کے ہمہ کہاں، جن کو موت کے بیدرد ہاتھ کچل چکے ہیں۔ جو بارہ گھنٹے گزر جانے کے بعد لباسِ ہستی کو حیات جاوداں سے بدل چکے ہیں۔

خزاں بہ دوش ہواؤں کا عمل، اُداسیوں کا دور دورہ تباہیوں کا قبضہ، بربادیوں کی حکومت، پریشانیوں کا ہجوم، زبانوں پر اب بھی پیاس کی خشکی، حلق میں اب بھی پیاس کے کانٹے، دلوں میں اُمیدوں کی جگہ داغِ تمناؤں کے بدلے افسردگی، آرزوں کی منزل پر بے پناہ صدمات کا ہجوم۔

نرم فرش کے بجائے جلی ہوئی قناتوں کی خاک، جلے ہوئے خیموں میں بجھی ہوئی آگ کی گرمی، بھیاں تک رات اندھیری فضا میں۔ دشت کا سناٹا، قتل کی ہیبت، کانپتے ہوئے ہاتھوں میں سہمے ہوئے بچے، تھکے ہوئے ہاتھوں میں گردش کرتی ہوئی تسبیحیں، سوکھے ہوئے آنسو، بیٹھی ہوئی آوازیں، دن بھر دھڑکنے کے بعد دلوں کی سست رفتاری۔

اب تو شاید آپ سمجھ ہی گئے ہوں گے کہ دسویں محرم کا

جس دن کا سورج خون بھری شعاعوں میں ابھر کر نکلا ہو، دن بھر سنسناتے ہوئے تیروں کی گھٹاؤں، چمکتی ہوئی تلواروں کی کاٹ، لچکتے ہوئے نیزوں کی برق فشاں بوریوں کو دیکھتا رہا ہو، اور قتل کی گلزار ریگ پر اپنی شعاعیں بکھیرتا ہوا غروب ہو گیا ہو اُس دن کی شام کیسی ہوگی؟

دریا کے دھارے خاموش، کیونکہ بچہ پیاسا مر گیا۔ کہیں کہیں جھلملاتی ہوئی شمعوں کی روشنی۔ اُداس مظلوموں پر انتہائی ظلم کرنے کے بعد ظالموں پر فطری سکوت طاری، اس لئے کہ صبر کرنے والوں کا خاتمہ ہو چکا ہے۔

وہ خوب صورت نوجوان جو تلاشِ حق میں مہینوں کا سفر کر کے موت کی منزل تک پہنچا تھا۔ دل کے گھاؤ پر ہاتھ رکھ کے ہمیشہ کی نیند سو رہا ہے۔ وہ بھرے بازوؤں والا شیر جس کی پیاس دریا کی کروٹیں لیتی ہوئی موجیں بھی بجھانے میں نا کامیاب رہ چکی ہیں، وہ ساحل پر خواب جاودانی میں مشغول ہے۔

وہ جوانی کی حدوں میں نہ پہنچنے والا حسین نونہال، جو موت کا مزا چکھنے سے پہلے موت کو شہد سے زیادہ شیریں سمجھ رہا تھا۔ آغوشِ اجل میں حیات جاودانی پسند کر چکا ہے۔ وہ گود میں کھیلنے والا بچہ، جس کو دشمن کی نگاہیں بھی چمکتا ہوا ستارہ سمجھ رہی تھیں، جھولے میں نہیں بلکہ اس چھوٹی سی قبر میں آرام کر رہا ہے جس کا نشان صرف صفحاتِ تاریخ میں ہے یا چاہنے والوں کے دلوں میں ہے۔

سُکھی ہوئی زبان تھی۔

چار سال کی سکینہ مڑجھائے ہوئے پھول کی پتی کی طرح
نڈھال، باپ، چچا، اور بھائیوں کی جدائی سے حزن و ملال دل
شکستہ پھوپھی کے زانو پر سر رکھے رکتی ہوئی نبض کی رفتار کی طرح
بے حال پڑی ہے۔

عباس کی زندگی تک تو یہ امید تھی کہ شاید چچا دریا سے
پانی لا دیں۔ مگر اب تو وہ تمنا بھی خاک میں مل چکی ہے۔
تاریخ کر بلا کے منتشر اوراق اگر جمع بھی کر لئے جائیں
جب بھی بعض ذاکرین سے تضرع و رُح لیتے کہ زوجہ خرابلیہ
کے لئے کھانا اور کچھ پانی لے کر آئی تھی۔ مگر آج تک معتبر
روایات سے اس کا پتہ ہی نہیں چلا کہ بھوکے اور پیاسے اہل
بیت کو کب اور کس تاریخ کو کھانا پانی نصیب ہوا۔

عاشور کا دن گزرنے کے بعد رات ہی کے کسی حصے میں
کھانا پانی ملا تھا یا کونے کے قید خانے میں پہنچنے کے بعد۔
انہیں بے پناہ مصائب کی وجہ سے دنیا کا ہر مذہب اور
ہر شخص یہ سمجھنے پر مجبور ہے کہ واقعہ کر بلا کی ہر مصیبت اتنی عظیم
اور وزنی ہے کہ جس کی نظیر اور مثال دنیا کی تاریخ آدم سے اس
وقت تک پیش کرنے سے قاصر ہے۔

(ماخوذ از ہفت روزہ نگار لکھنؤ، ابوالفضل العباس نمبر، بحرم نمبر ۳۹۸، ۱۷ اگست ۱۹۷۷ء ص ۳۳)



دن اُس کر بلا کے جنگل میں ختم ہو چکا ہے۔ جس کو کم از کم تیس
ہزار یزیدی فوجوں نے گھیر رکھا ہے۔ ارمانوں کے لاشے نکل
چکے ہیں۔ مُرادوں کی میتیں زخموں سے چور ہو کر پڑی ہوئی
ہیں۔ نہ اب کوئی درد دل کہنے والا ہے نہ حالات کو دیکھ کر رُو
دینے والا۔

آسمان کے ستارے خون میں ڈوبی ہوئی سُرخ قندیلوں
سے دھیمی دھیمی روشنی پھینک رہے ہیں۔ چاند نے دسویں تاریخ
گہن کی گود میں جا کر نظام عالم درہم و برہم کر دیا ہے۔ زلزلے
کر بلا کو مسلسل جھٹکے دے کر گزر چکے ہیں۔ آندھیوں کی سیاہی
کالی رات میں ڈوب چکی ہے۔

دریا کے اضطراب اور موجوں کے ہیجان کے بعد سکون
بتا رہا ہے کہ وفادار بھائی ساحل پر خواب جاوداں کو دل سے
پسند کر چکا ہے۔ نہ اب بھتیجی کے لئے پانی کی تمنا ہے نہ بھائی
کے چہرے پر آخری نگاہ کرنے کی حسرت۔

اگر کسی گھر میں ایک موت ہو جاتی ہے تو مہینوں آنسوؤں
کی روانی اور اُلجھتی سسکیوں پر قابو حاصل نہیں ہوتا۔ مگر کر بلا
نے تو حسین کا سارا گھر لوٹ لیا۔ بوڑھے تو بوڑھے جوان بھی نہ
بچ سکے۔ انتہا یہ ہے کہ حسن کا چاند قاسم اور عبداللہ جیسے ستارے
بھی ڈوب گئے۔ موت نے اُس چھ مہینے کے سپاہی کو بھی چھین
لیا۔ جس کا حربہ ”ہلکی مسکراہٹ“ اور جس کی تلوار پیاس میں

Mohd. Alim

Proprietor

Nukkar Printing & Binding Centre

26-Shareef Manzil, J. M. Road,

Husainabad, Lucknow-3

0522-2253371, 09839713371

e-mail: nukkar.printers@gmail.com

التماس ترحیم

مومنین کرام سے گزارش ہے کہ ایک بار سورہ حمد اور تین بار سورہ توحید کی
تلاوت فرما کر جملہ مومنین مرحومین خصوصاً مرزا محمد اکبر ابن مرزا محمد شفیع و
حسن جہاں بنت باقر علی خاں کے ارواح کو ایصال فرمائیں۔

محمد عالم

نکیرپرنٹنگ اینڈ بائڈنگ سینٹر حسین آباد، لکھنؤ